ISSN:3007-3324(P) Tashkeel e Jadeed volume:2, Issue:2, January to June 2025
ISSN:3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

ڈاکٹر یاسمین کوثر،
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو/ہیڈ اقبال چیئر، یونیورسٹی آف سیال کوٹ، سیال کوٹ،ای میل:yasmin.imranb@gmail.com

"بانگ درا" کے فکری مباحث

"Bang e Dara's" Intellectual Debates

Abstract

Iqbal is a multifaceted personality who is not only a poet and writer but also a philosopher, thinker, politician, educationist, who through his revolutionary poetry awakened the Muslims of India from their slumber and prepared them for the struggle for freedom. The regular evolution of Iqbal's thought and its various aspects can be seen in "Bang e Dara". Allama is a poet who has written on very important topics of life and expressed his thoughts on them with great success. He provided excellent guidance to Muslims. Iqbal's first Urdu collection of poetry "Bang e Dara" was published in front of the literary readers in 1924. He compiled this collection with great effort and published it by repeatedly editing poems and Ghazals which people loved. There were many reasons for its fame. The topics and styles adopted in this book have many new aspects. Iqbal's brilliance is that he mixed tradition and innovation and left his mark, which became Iqbal's special identity. Following Iqbal's unique style of writing, many others tried to imitate this style and style of writing, but those attempts failed. The abilities, talents and knowledge that Allah had given to Iqbal are not in the fortune of every person. Geniuses like Iqbal are born after centuries.

Key Words: Bang e Dara, Philosophy, Revolutionary Poetry, Freedom of Muslims, three Era 's of Iqbal's Poetry.

اقبال ایک نامور ادبی شخصیت ہیں جو ایک بڑے شاعر فلسفی، مفکر، سیاست دان، ماہر تعلیم بھی ہیں، جنھوں نے اپنی انقلابی شاعری کے ذریعے ہندستان کے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا اور انھیں آزادی کی جدوجہد کے لیے تیار کیا۔ فکر اقبال کا باقاعدہ ارتقا اور اس کی مختلف جہات "بانگ درا"

میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ علامہ ایک ایسے شاعر ہیں جنھوں نے زندگی کے بڑے بڑے اہم موضوعات پر قلم اٹھایا اور بڑی کامیابی سے ان پر خیالات کا اظہار کیا۔ مسلمانوں کو بہترین رہنمائی فراہم کی۔ اقبال کا اولین اردو مجموعہ کلام "بانگ درا" 1924 میں قارئین ادب کے سامنے شائع ہو کر آیا۔(۱)

اس مجموعے کو انھوں نے بہت محنت سے مرتب کیا بار بار نظموں اور غزلوں کی تراش خراش کر کے شائع کیا جسے لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس کی شہرت کی بہت سی وجوہات تھیں۔ اس کتاب میں جن موضوعات اور انداز بیاں کو اپنایا گیا ہے اس میں بہت سی نئی جہات ہیں۔ اقبال کی وجہ امتیاز یہ ہے کہ انھوں نے روایت اور جدت کے ملاپ پر اپنی مہر ثبت کی جو اقبال کی خاص پہچان بن گئی۔ اقبال کے اس منفرد انداز بیاں کی پیروی میں اور بھی بہت سے لوگوں نے کوشش کی کہ اس طرز اور اسلوب نگارش کی کا نقل کی جائے لیکن وہ کوششیں ناکام رہیں۔ اقبال کو اللہ نے جو صلاحیتیں، قابلیتیں اور علم دیا تھا وہ ہر شخص کے نصیب میں نہیں ہوتا۔ اقبال جیسے نابغہ روزگار صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اقبال خود اس حقیقت سے بخوبی آشنا تھے کہ کو اللہ نے علمی و فکری صلاحیتیں اور بصیرت دی ہے وہ خود بھی اس سے مکمل طور پر آگاہی نہیں رکھتے۔ بقول اقبال:

میں خود بھی نہیں اپنی حقیقت کا شناسا

گہرا ہے مرے بحر خیالات کا پانی (۲)

اقبال کے بہت قریبی دوست اور رسالہ "مخزن" کے مدیر شیخ عبدالقادر نے "بانگ درا" کا دیباچہ تحریر کیا۔ جو اقبال کے بہت قریبی ساتھیوں میں سے تھے، جن کی کاوشوں سے علامہ کی حب الوطنی کے جذبے سے سرشار نظم "ہمالہ" لاہور کے ایک ادبی جریدہ "مخزن" کے اولین شمارہ اپریل ۱۹۰۱ میں اشاعت ہوئی۔ (۳) اقبال نے جدید نظم نگاری کی تحریک جس کا آغاز انجمن پنجاب سے ہوا تھا اور اقبال نے بیسویں صدی میں بھی اسے کامیاب بنایا۔ بقول ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی:

> "انجمن پنجاب کی جدید شاعری کی تحریک کو اقبال کی نظم گوئی سے ایک بہتر سطح پر فروغ حاصل ہوا، کیونکہ منظومات اقبال اپنے فکری عمق اور جمالیاتی حسن کی بدولت انجمن پنجاب کی قدیم منظومات سے نسبتاً زیادہ معیاری اور جاندار تھیں۔ بہر حال انجمن حمایت اسلام کے عوامی اسٹیج اور 'مخزن' کے مسلمہ ادبی مقام نے اقبال کو شہرت دوام عطا کی۔" (۴)

اقبال کی نظم نگاری کا ارتقائی سفر "بانگ درا" میں تفصیل سے دیکھا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اردو نظم نگاری میں متنوع موضوعات پر قلم اٹھایا۔ ہر طبقہ فکر کی اصلاح کے لیے شاعری کی، جن میں بچے، بوڑھے، نوجوان، مرد عورت سبھی شامل ہیں۔ شیخ عبدالقادر کے مطابق اس کتاب کی شاعری کو تین حصوں میں پیش کیا گیا ہے:

- اولین دور (آغاز سے-1905)
- دوسرا دور (1905-1908)
- تیسرا دور (1908-1924)

"بانگ درا" کو تین حصوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ پہلا تو آغاز سے یورپ اعلیٰ تعلیم کے لیے جانے سے پہلے (ابتدا سے 1905) تک کا ہے جس میں اقبال کی بچوں کے لیے لکھی گئی نظمیں، فطرت نگاری، وطنیت اور عشق مجازی کا رنگ نظر آتا ہے۔ اس دور میں ابھی ان کا فکر و فن ارتقا کے مراحل میں ہے۔ دوسرا دور قیام یورپ (1905-1908) تک کا ہے۔ جب اقبال اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے یورپ گئے تھے۔ اس دور میں اقبال نے چونکہ عجمی فلسفے پر تحقیق کی تھی اس لیے ان کی شاعری فارسی میں تصوفانہ خیالات کا اظہار ہے۔ تیسرے دور کی شاعری یورپ سے واپسی کے بعد سے اقبال کی وفات تک (1908-1924) کی ہے۔ اس میں اقبال کی ہمہ جہت شخصیت کھل کر واضح ہوتی ہے۔ (۵)

"بانگ درا" کے اس دور میں اقبال کا فلسفہ اور فکر اپنے عروج پر نظر آتے ہیں۔ "بانگ درا" ایک ایسا آئینہ ہے جس میں اقبال بطور شاعر اور ادیب ارتقائی سفر طے کرتے ہوئے اپنے بلند قد کاٹھ کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ تحریک آزادی کی جدوجہد اور انقلابی شاعری عروج پر دیکھی جاسکتی ہے۔ ان تینوں ادوار میں نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔ ڈاکٹر حمید یزدانی فرماتے ہیں کہ یہ دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ اردو میں آج تک کسی شاعر کی ایسی کتاب نہیں جس میں اتنے بلند اور عمیق خیالات کی بہتات ہو۔ اس کی نمایاں وجوہات یہی ہیں کہ ان کا وسیع علم، تجربہ و مشاہدہ واضح نظر آتا ہے اور یہ کتاب اس کی روشن مثال ہے۔ (۶)

اقبال کے پہلے دور میں ہمیں عشق مجازی، رومانویت، وطنیت اور قومیت کے جذبات نمایاں نظر آتے ہیں۔ انھوں نے ایسی نظمیں لکھیں جن میں یہ موضوعات نمایاں نظر آتے ہیں۔ وطنیت سے متعلق "ہمالہ"، "ترانہ ہندی"، "ہندوستانی بچوں کا گیت"، "گایتری" وغیرہ جیسی نظمیں نمایاں ہیں۔ اقبال کے فکر و فن سے مغرب کے نامور شعرا و ادبا اور ناقدین ادب بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے مثلاً ڈاکٹر نکلسن جو انگریزی ادب کے نامور نقاد اور مترجم ہیں انھوں نے علامہ کی مثنوی "اسرار خودی" کا انگریزی ترجمہ کیا تو ہربرٹ ریڈ جو انگریزی ادب کے شاعر اور سخت قسم کے نقاد ہیں۔ انھوں نے انگریزی شعرا سے اقبال کے کلام کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا کہ والٹ وھیٹمن اس لحاظ سے منفرد ہے کہ انھوں نے صرف نظریہ ہی نہیں دیا بلکہ عملی نقطہ نظر پر زور دیا ہے۔ ایک اور نوجوان شاعر جس کا تعلق ہمارے علاقے اور قوم سے نہیں ہے وہ محمد اقبال ہے جس نے ایک منفرد انداز کی مثنوی "اسرار خودی" تحریر کی ہے۔ جس نے مسلمان نوجوانوں کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ جب کہ اس کے مقابلے میں ہمارے شعرا پرانی راہوں کے مسافر ہیں اور بلبلوں، پرندوں اور دیگر معمولی سے موضوعات پر شاعری کر رہے ہیں۔ (۷)

یہ حقیقت ہے کہ آج کے بچے کل کے نوجوان ہیں جو ہمارے مستقبل کے معمار ہیں۔ اقبال اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے۔ اسی لیے انھوں نے بچوں کی کردار سازی پر شروع سے خاص توجہ دلائی۔ جس کے لیے انھوں نے اپنے ابتدائی دور میں بچوں کے لیے بہت دلچسپ نظمیں تحریر کیں۔ یہ نظمیں انھوں نے مغربی شعرا سے متاثر ہو کر لکھیں، جن کے نام ان نظموں کے ساتھ لکھ دیے ہیں۔ جن میں ٹینی سن، ایمرسن وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ اقبال نے ان نظموں میں بہت سادہ اور دلچسپ انداز بیاں اپنایا۔ بچے چونکہ پرندوں اور جانوروں سے بہت محبت رکھتے ہیں تو انھوں نے چھوٹی چھوٹی کہانیوں کی صورت میں نظمیں لکھیں جن کا اسلوب بیان بہت سادہ اور پر تاثیر ہے۔ مثلاً "ہمدردی"، "ایک مکڑا اور مکھی"، "ایک گائے اور بکری"، "ایک پہاڑ اور گلہری"، "بچے کی دعا"، "ماں کا خواب" وغیرہ۔

اقبال بچوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے بہت محتاط تھے۔ بچے کی فطری صلاحیتوں کی اس طرح تعلیم و تربیت ہو کہ وہ اپنی ذات کی شناخت کر کے خودی کی منازل طے کر سکیں۔ انھیں سبق رٹوانے کی بجائے عملی طریقہ تعلیم سے آشنا کیا جائے جو ان کی فطری صلاحیتوں کو نکھار سکے۔ اقبال کا زیادہ تر کلام مسلمان نوجوانوں کے لیے ہے، جس میں وہ انھیں عرفان ذات کے ذریعے روشن مستقبل کے لیے تیار کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے روشن ماضی کی مثالوں سے انھیں عمل کے لیے تیار کرتے ہیں۔ سو سال سے زائد عرصہ مسلمان حکمرانوں نے ہندستان پر حکمرانی کی۔ علامہ نوجوانوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد (۸)

یہ بات روز روشن کی طرح سب پر عیاں ہے کہ نوجوان کسی بھی قوم کے روشن مستقبل کے ضامن ہوتے ہیں۔ اقبال اس اثاثے کو ضائع ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔ ان کی انقلابی شاعری نے انھیں خواب غفلت سے نہ صرف بیدار کیا بلکہ یہ بتانے کی کوشش کی کہ اگر باصلاحیت اور علم و ہنر سے مزین شخصیت کے مالک بن جائیں تو پھر اس قوم کے مستقبل کو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ اپنے اندر سے ہر طرح کا ڈر اور خوف نکال دیں تو کامیابی ان کا مقدر ہو گی۔ اقبال نوجوانوں میں مرد مومن کی خصوصیات دیکھنا چاہتے ہیں، جس کی بہترین مثال حضرت محمدؐ کی ذات مبارک میں نظر آتی ہے۔ ان کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہماری کامیابی ہے۔ علامہ کی نوجوانوں سے بہت امیدیں وابستہ تھیں، اسی لیے وہ انھیں جدید دور کے علوم و فنون سیکھ کر عصری چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں:

یہ کاروان ہستی ہے تیز گام ایسا
قومیں کچل گئی ہیں جس کی رواروی میں (۹)

اقبال جیسے دور اندیش شاعر نے اپنی شاعری میں مستقبل کی جو پیش گوئی کی تھی آج اس کے آثار ہمیں نظر آ رہے ہیں۔ پرانے طور طریقوں سے چپکے رہنے سے کام نہیں بنتا۔ ہمیں دنیا کے نت نئے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کو بھی دیکھنا ہو گا۔ یہ حقیقت ہے کہ جو قومیں عصری تقاضوں کے مطابق چلتی ہیں وہی ترقی کرتی ہیں۔ علامہ نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں

آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ(۱۰)

مستقبل کے چیلنجز کا کامیابی سے وہی مقابلہ کر سکے گا جو وقت کے تقاضوں کے مطابق خود کو تیار کرے گا ورنہ عمل سے عاری اور ساکت و منجمد رہنے والی قومیں بہت جلد اپنا وجود کھو دیتی ہیں۔ اقبال نے عزیز دوست سید سلیمان ندوی کو خط میں لکھتے ہیں کہ شاعری میں خود کو بطور شاعر منوانا کبھی بھی میرا مقصد نہیں رہا کیونکہ میرے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہے کہ فن کو باریک بینی سے دیکھوں۔ میری شاعری کا مقصد تو مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنا اور انھیں آزادی دلانا ہے۔(۱۱)

علامہ کی ذات میں شاعرانہ تخیل اور فلسفیانہ ذہانت، اخلاقیات، مذہب اور مابعد الطبیعاتی تصورات عروج پر نظر آتے ہیں۔ "بانگ درا" کا تیسرا دور دراصل ان کے فکری عروج کا دور ہے۔ اقبال مذہبی فرقہ واریت اور ذاتی مفاد کی سیاست سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ اقبال کی تصنیف "بانگ درا" مختلف وجوہ سے ان کی دیگر کتب سے مختلف ہے۔ بقول غلام رسول مہر:

> "اقبال انسانیت کے اعلیٰ مقاصد کا معلم، اسلامی حقائق کا شارح اور اسلام کی آفاقیت کا بہت بڑا داعی ہے۔ وہ ان برگزیدہ اصحاب فکر و نظر میں شامل ہے جن سے قدرت صدیوں کے بعد عالم انسانیت کو شرف بخشتی ہے۔" (۱۲)

یہ حقیقت ہے کہ اپنے تجربات و مشاہدات سے حاصل کیا ہوا علم سب سے زیادہ قیمتی اور مفید ہوتا ہے۔ اس صورت حال کو علامہ نے اپنی دیگر کتب میں بھی مزید فکری پختگی کے ساتھ پیش کیا۔ وہ موجودہ تعلیمی نظام پر بھی تشویش کا اظہار کرتے ہیں، جو وقت کے تقاضوں کا ساتھ نہیں دیتا۔ وہ خاص طور پر بچوں اور نوجوانوں کی تعلیم اور کردار سازی کے حوالے سے بہت محتاط تھے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ آج کے بچے کل کے نوجوان ہیں جو ہمارے مستقبل کے معمار ہیں۔ اس لیے ان کی ابتدا سے بہتر تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔ اقبال رائج تعلیمی نظام سے مطمئن نہ تھے۔ تعلیمی اداروں کو نئی نسل کی حقیقی کردار سازی کرنے والی جگہ سمجھتے ہیں۔ وقت کی ضرورت ہے کہ ہم تعلیمی اداروں کے نصابات دینی اور جدید علوم و فنون کے تقاضوں کے مطابق ڈھالیں تاکہ ترقی یافتہ قوموں کے برابر کھڑے ہو سکیں۔ ہمارے مدرسوں میں قرآن و سنت اور سیرت النبیؐ کی عملی مثالیں متعارف کروانے کے ساتھ ساتھ جدید سائنس اور ٹیکنالوجی سے بھی طلبا کو آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اقبال کی سو سال قبل کی گئی پیش گوئیاں آج سچ ثابت ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ یہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ مشینی ذرائع نے علم اور مفید و فوری معلومات کے حصول کے راستے زیادہ صاف اور ہموار کر دیے ہیں۔ اقبال نے ہمیشہ امید اور رجائیت کا درس دیا۔ بقول اقبال:

میں ظلمت شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کاروں کو

شرر فشاں ہوگی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہوگا (۱۳)

اقبال نے "بانگ درا" کے ذریعے اپنی انقلابی شاعری میں فکر و فن کے حسین امتزاج کو بھی بخوبی نبھایا جو لوگوں میں خوب مقبول ہوا۔ وہ جانتے تھے کہ میری شاعری میں اتنی تاثیر ہے کہ وہ خواب غفلت میں ڈوبی قوم کو جگا سکتی ہے۔ بقول عبد المجید سالک:

"اقبال نے تربیت کے تمام مقامات طے کرنے کے بعد جونہی مسند ارشاد پر قدم رکھا اور اس کی صدائے حق شعر و موسیقی کی دل گدازی سے لبریز ہو کر فضائے ہند میں گونجی تو سب سے پہلے کسی نے اس کی شاعری کی داد دی۔ کوئی اس کی موسیقی پر جھومنے لگا۔ کسی نے ناک بھوں چڑھا کر اپنے جہل یا حسد کا ثبوت دیا لیکن یہ آواز تیز تر ہوتی گئی یہاں تک کہ ملا، صوفی، انگریزی تعلیم یافتہ عام مسلمان سب کے کان کھڑے ہو گئے۔ سب کو اس کی آواز کی۔۔۔۔ اہمیت کا احساس ہونے لگا۔۔۔۔ زمانہ حاضر کے تمام نئے مسلکوں اور فتنوں پر تنقید کی۔ جلیل القدر فلسفیوں کے خطرات و وساوس کا مضحکہ اڑایا۔ غرض ہر اس چیز کو جو مسلمان کو اصلی منہاج نبوت سے دور لے جانے والی تھی ۔۔۔واشگاف کر کے اس کے متعلق صحیح نقطہ نگاہ واضح کر دیا۔"(۱۴)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اقبال جدید دور کی ترقی کے مخالف ہیں لیکن حقائق اس کے متضاد ہیں۔ علامہ تو خود دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں سے جدید علوم و فنون حاصل کر چکے تھے۔ ان سے بہتر جدید علوم کی اہمیت سے کون آگاہ ہو سکتا ہے۔ اقبال مسلمان نوجوانوں کو قوموں کی امامت کا فریضہ ادا کرنے کے لیے عمل کی طرف راغب کرتے ہیں۔ وہ انھیں شاہین کا نام دیتے ہیں۔ شاہین کا لفظ اقبال کی شاعری میں علامتی صورت میں استعمال ہوا ہے۔ اس پرندے میں کچھ ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو مرد مومن میں بھی پائی جاتی ہیں مثلاً شاہین تیز نگاہ ہے جو بلندی سے زمین پر اپنے شکار کو دیکھ لیتا ہے۔ اور پھر بڑی تیزی سے اس کا شکار بھی کر لیتا ہے۔ شاہین بلند پرواز بھی ہے بلندیوں پر رہتا ہے۔ اقبال غلامی میں بھی نوجوانوں کو امید نو کا سبق اور مشکل حالات میں بھی آگے بڑھنے کا درس دیتے ہیں:

اقبال چاہتے تھے کہ ہمارے نوجوان بھی بلند مقاصد رکھیں جو انھیں ترقی کی راہ میں مددگار ثابت ہوں۔ علامہ مسلم امہ کو امامت کے منصب پر فائز ہونے کے لیے تیار کرتے ہیں، جس کی آج بہت ضرورت ہے۔ عصر حاضر میں مسلمانوں کو جو مسائل در پیش ہیں، اس میں اقبال کی انقلابی شاعری کی اشد

ضرورت ہے۔ فکر اقبال کا آغاز وارتقا دیکھنا ہو تو "بانگ درا" کے کلام کو دیکھا جا سکتا ہے۔ جس کے ابتدائی دور سے اقبال منفرد نظر آتے ہیں۔ انھوں نے تقریباً سو سال قبل جن مسائل کی طرف توجہ دلائی اور ان کا حل بھی بتایا۔ اکیسویں صدی میں وہی مسائل آج ہمیں نظر آرہے ہیں۔ پاکستان مین ہمیں جن مسائل کا سامنا ہے اس کے حل کے لیے فکر اقبال کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ عصر حاضر میں مسلمانوں کو چیلنجز کا سامنا ہے اس میں بنیادی مسئلہ اپنی شناخت اور اسلامی تشخص کا ہے۔ اقبال جب یورپ سے لوٹے تھے تو انھوں نے چونکہ مغرب کے کلچر کو بہت عمیق نگاہ سے دیکھ چکے تھے اور وہ ان کے نقائص کو بخوبی جان گئے تھے۔ اس لیے وہ فرماتے تھے:

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی

یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا

جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے (۱۵)

ہماری نسل نوجو ملکی حالات سے دل برداشتہ ہو کر پڑھنے اور رزق تلاش کرنے زیادہ تر مغربی ممالک کا رخ کر رہی ہے خاص طور پر یورپی ممالک میں ہمارے طلبا اپنا مستقبل محفوظ سمجھتے ہوئے وہاں مستقل بنیادوں پر رہنا پسند کر رہے ہیں۔ شہریت کے لیے وہاں شادیاں کر کے ہمیشہ کے لیے اپنے والدین اور عزیز و اقارب کو بھول کر وہیں کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ان کی نسلیں جب دیار غیر میں لادین تہذیب و ثقافت میں نشوونما پاتی ہیں تو ان میں سے اکثر اپنے آباؤاجداد کے کلچر اور اسلام سے بہت دور ہو جاتی ہیں۔ مادہ پرستی ہمیں خود غرضی کے اس گہرے گڑھے میں دھکیل دیتی ہے جہاں سے واپسی کا راستہ بہت ہی کٹھن اور دشوار ہوتا ہے۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو آہستہ آہستہ کچھ نسلوں تک نسل نو آباؤاجداد کا مذہب اور تہذیب و تمدن سب کچھ بھول کر نئی تہذیبوں کی چکا چوند میں کھو جائیں گی۔ آج ہم اس طرح کی مثالیں کثرت سے دیکھتے ہیں۔ یہ ہم سب کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہم کس سمت اندھا دھند بھاگ رہے ہیں؟ ہماری منزل کہاں ہے؟

علامہ کی یہ خاص انفرادیت ہے کہ وہ مسائل کی نشان دہی کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا حل بھی دیتے ہیں۔ قرآن ہی وہ نجات کا ذریعہ ہے جس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے دونوں جہاں میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے سیرت النبیؐ سے روشنی لی جا سکتی ہے، کیونکہ قرآن کے مطابق آپؐ کا اسوہ حسنہ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اقبال نے اپنے کلام میں قرآنی آیات اور احادیث وغیرہ کے مفہوم کو اساس بنایا۔

عصر حاضر میں مسلمان زیادہ تر ایسی خرافات میں زیادہ الجھے ہوئے نظر آتے ہیں جن کا ان کے دین اور تہذیب وتمدن سے کوئی تعلق نہیں مثلاً علاقائی، مذہبی، لسانی تعصبات نے ان کو مختلف فرقوں میں بانٹ دیا ہے۔ اتحاد اور آپس کے اختلافات سے پیدا ہونے والے مسائل کا آغاز تو علامہ کے دور میں ہو چکا تھا لیکن یہ مسائل آج جس نہج پر پہنچ چکے ہیں وہ ہماری سلامتی کے لیے خطرہ بن چکے ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود!(۱۶)

اب وقت کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی نسل نو کے روشن مستقبل کے لیے ان کو گھر سے قرآن کی تعلیمات پر عملی طور پر تیار کریں۔ والدین خود اس کا عملی پیکر بن کر دکھائیں۔ آپس میں پر خلوص ہو کر پیار محبت سے اس طرح جڑیں کہ دشمن ہم میں نفاق اور تفرقہ پیدا نہ کر سکے۔ یہ حقیقت ہے کہ کامیابی قرآن وسنت پر عمل پیرا ہو کر حاصل کی جا سکتی ہے۔ نسل نو کو سمجھانے کے لیے تعلیمی نصاب کا حصہ بنائیں ۔ حضرت محمدؐ سے وفاداری کر کے ہی دونوں جہاں میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ کلام اقبال میں ان کی فکر کو سمجھنا مشکل نہیں، کیوں کہ اقبال نے اپنی شاعری کی اساس قرآن وسنت پر رکھی۔ جب تک قرآن زندہ ہے تب تک اقبال کا انقلابی پیغام زندہ و پائندہ رہے گا۔ عصر حاضر میں ان کی شاعری اور فکر کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔

اقبال کا ترانہ بانگ درا ہے گویا

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا(۱۷)

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، علامہ، "بانگ درا"، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،)۱۹۲۴، ص: ۹۲

۲۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، "کلیات اقبال اردو"، (لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۱۸)، ص:۹۳

۳۔ مجلہ، لاہور، جلد اول، شمارہ اول، اپریل ۱۹۰۱

۴۔ ہاشمی، رفیع الدین، ڈاکٹر، "تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ"، (لاہور: اقبال اکادمی، لاہور، ۲۰۱۰)، ص:۴۸

۵۔ چشتی، یوسف سلیم، (دیباچہ)، شارح، "بانگ درا"، (لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور، ۱۹۷۵)، ص:۵

۶۔ یزدانی، حمید، ڈاکٹر خواجہ، شارح، "شرح بانگ درا"، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۶)، ص:۱۲

۷۔ نیرنگ خیال، مجلہ، لاہور، اقبال نمبر، ستمبر اکتوبر، ۱۹۳۲، ص:۵۳

۸۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال اردو، ص:۲۳۸

۹۔ ایضاً، ص:۲۰۰۲

۱۰۔ ایضاً، ص:۲۹۶

۱۱۔ عطاء اللہ، شیخ، مرتب، اقبال نامہ، حصہ اول، (لاہور: شیخ محمد اشرف، ۱۹۴۵)، ص:۱۰۸

۱۲۔ مہر، غلام رسول، شارح، "مطالب بانگ درا"، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۱)، ص:۹

۱۳۔ محمد اقبال، "کلیات اقبال اردو"، ص:۱۶۸

۱۴۔ چشتی، محمد یوسف سلیم، "تعلیمات اقبال"، (دہلی: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، ستمبر ۱۹۷۴)، ص:۱۰۔۱۱

۱۵۔ محمد اقبال، "کلیات اقبال اردو"، ص:۳۰۵

۱۶۔ ایضاً، ص:۳۲۳

۱۷۔ ایضاً، ص:۱۸۶

References:

1. Muhammad Iqbal, Dr., Allama, "Bang Dara", (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, 1924, p. 92
2. Muhammad Iqbal, Dr. Allama, "Kaliyat Iqbal Urdu", (Lahore: Iqbal Academy, 1918), p. 93
3. Magazine, Lahore, Volume 1, Issue 1, April 1901
4. Hashmi, Rafiuddin, Dr., "A Research and Explanatory Study of Iqbal's Works", (Lahore: Iqbal Academy, Lahore, 2010), p. 48
5. Chishti, Yusuf Salim, (Preface), Commentator, "Bang Dara", (Lahore: Ishrat Publishing House, Lahore, 1975), p. 5
6. Yazdani, Hamid, Dr. Khwaja, Commentator, "Sharh Bang Dara", (Lahore: Sang Mile Publications, 2006, p. 12
7. Nerang Khyal, Magazine, Lahore, Iqbal No., September-October, 1932, p. 53
8. Muhammad Iqbal, Dr. Allama, Kaliyat Iqbal Urdu, p. 238
9. Ibid., p. 2002
10. Ibid., p. 296
11. Ata-ullah, Sheikh, compiler, Iqbal Nama, Part One, (Lahore: Sheikh Muhammad Ashraf, 1945), p. 108
12. Mehr, Ghulam Rasool, commentator, "Talib Bang Dara", (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, Lahore, 1991), p. 9
13. Muhammad Iqbal, Kaliyat Iqbal Urdu", p. 168
14. Chishti, Muhammad Yusuf Salim, "Talimat Iqbal", (Delhi: Itiqad Publishing House, September 1974), p. 10-11
15. Muhammad Iqbal, Kaliyat Iqbal Urdu", p. 305
16. Ibid., p. 323
17. Ibid., p. 186